© rasailojaraid.com

دل کی بات

نیا سال...... نئے استعماری منصوبے اور ہماری ذمہ داریاں

اسلامی سالِ نو ۱۴۲۸ھ اور عیسوی سال ۲۰۰۷ء تقریباً ۲۰ روز کے فرق سے طلوع ہو چکے ہیں۔ اسلام اور امتِ مسلمہ کی ازلی دشمن استعماری قوتیں حسبِ سابق نئی منصوبہ بندی کے ساتھ اپنی مسلم کش پالیسیوں پر گامزن ہیں۔

نائن الیون کے حادثہ کے بعد دہشت گردی کے خاتمے اور روشن خیالی کی ترویج کے نام نہاد ایجنڈے کو بنیاد بنا کر امریکہ نے مسلم ممالک کے خلاف ایک جارحانہ جنگ شروع کی اور مسٹر بش نے اسے ''کروسیڈ وار قرار دے کر لاکھوں بے گناہ مسلمانوں کو قتل کیا۔ عراق اور افغانستان میں آگ اور خون کا کھیل کھیلا۔ امن پسند اور مستحکم حکومتوں کو دہشت گرد اور شدت پسند قرار دے کر اُن کے تختے الٹے، افغانستان میں طالبان کی مثالی حکومت کو ختم کر کے کرزئی حکومت قائم کی مگر مُلّا عمر اور اسامہ ہزار کوششوں کے باوجود امریکہ کے ہاتھ نہ لگے۔ البتہ عراق میں اُسے صرف اتنی کامیابی ہوئی کہ مردِ آہن صدام حسین اپنوں کی بے وفائی کے نتیجے میں گرفتار ہو گئے۔ صدام حسین کو پھانسی پر لٹکا کر ہارے ہوئے جواری مسٹر بش نے اپنی کامیابی کے جھنڈے گاڑنے کی ناکام کوشش کی۔ افغانی و عراقی عوام نے ظلم اور جبر کے خلاف بے مثال مزاحمت کا تسلسل قائم رکھ کر نئی تاریخ رقم کی۔ انہوں نے کوہِ استقامت بن کر ثابت کر دیا ہے کہ مستقبل انہی کا ہے۔ خصوصاً صدام حسین نے جس جرأت و پامردی کے ساتھ پھانسی کے پھندے کو گلے لگایا' وہ تاریخ کی تابندہ مثال ہے۔ انہوں نے عراقی عوام کے ساتھ ساتھ دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کو ایک نیا حوصلہ اور ولولۂ تازہ عطاء کیا۔ اور ''اللہ اکبر'' کا نعرہ بلند کر کے حیاتِ جاوید کا پیغام دیا۔

وطن عزیز پاکستان کی صورتِ حال ہر محبِّ وطن کے لیے انتہائی تکلیف دہ اور تشویش ناک ہے۔ ہمارے بادشاہ نے ایک ٹیلی فون کال پر جو یوٹرن لیا' اُس نے سب کچھ بدل کر رکھ دیا۔ ملک کی نظریاتی بنیاد اور شناخت دونوں کو مرحلہ وار منہدم کیا گیا اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔ دینی مدارس کے نظام پر قبضہ اور دینی نصاب کو روشن خیال بنانے کے منصوبے کو پوری قوت کے ساتھ مکمل کرنے کی سعی جاری ہے۔ مادر پدر آزادی، مخلوط معاشرے کا قیام، میراتھن ریس، بسنت اور ایسی ہی دیگر سرگرمیوں کی بزورِ قوت و قانون ترویج ہمارا ایجنڈہ نہیں بلکہ کروسیڈی بش کا منصوبہ ہے جسے دیسی حکمران مکمل کرنے میں مصروف ہیں۔ جب ہمارے بادشاہ نے پہلا ٹیلی فونک آرڈر قبول کر لیا تو اب اُن کو باقی تمام احکام بھی قبول کرنے پڑ رہے ہیں۔

افغانستان ہمارا بھائی اور بازو تھا' اب دشمن ہے۔ موجودہ امریکہ نواز حکمران حامد کرزئی پاکستان پر افغانستان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں دراندازی اور دہشت گردی کرانے کے الزامات مسلسل لگا رہے ہیں۔ طالبان کی درپردہ امداد کا الزام اس پر مستزاد ہے اور حیرت یہ ہے کہ ان الزامات کو امریکہ کی حمایت بھی حاصل ہے۔ تمام تر وفاداری اور تعمیل ارشاد کے باوجود ہمارے حکمران امریکی اعتماد حاصل نہ کر سکے۔

امریکی نائب وزیر خارجہ (برائے جنوبی و وسطی ایشیاء) رچرڈ باؤچر نے اپنے تازہ بیان میں کہا ہے کہ ''پاکستان، بھارت اور افغانستان سے ہمارے تعلقات کی نوعیت مختلف ہے۔'' یعنی امریکہ ہر جگہ اپنا مفاد عزیز رکھتا ہے۔ اُسے پاکستان کی بقا و سلامتی سے کوئی غرض نہیں۔ اگر پاکستان کو نقصان پہنچانا اس کے مفاد میں ہے تو وہ بھارت اور افغانستان کو اس کے لیے استعمال کرنے سے دریغ نہیں کرے گا۔ اس وقت ہمیں تقریباً ایسی ہی صورت حال کا سامنا ہے۔ پاکستان کے سرحدی علاقوں میں مسلسل کشیدگی اور جنگ امریکی پالیسی کا حصہ ہے۔ تاکہ خاکم بدہن وطن عزیز کے وجود کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا جا سکے۔

یہ انتہائی تشویش ناک بات ہے کہ جب بھی کوئی امریکی اہلکار کابل یا اسلام آباد کا رخ کرتا ہے تو اس کی آمد سے قبل پاکستان کے قبائلی علاقوں میں آپریشن شروع ہو جاتا ہے۔ گزشتہ سال کے آغاز جنوری ۲۰۰۶ء میں امریکی طیاروں نے باجوڑ کے علاقے ڈمہ ڈولا پر حملہ کر کے ۱۲ بے گناہ مسلمان شہید کیے۔ پھر نومبر میں باجوڑ ہی کے ایک دینی مدرسہ پر بمباری کر کے ۸۰ بے گناہ افراد کو شہید کیا۔ جن میں اکثریت معصوم طلباء کی تھی۔ چند روز بعد درگئی میں پاک فوج کے ایک کیمپ پر خودکش حملہ ہوا جس کے نتیجے میں تقریباً ۸۰ جوان شہید ہوئے۔ ہماری دانست میں پاک فوج پر حملہ بھی امریکی فورسز نے ہی کیا تھا۔ تاکہ اسے جوابی کارروائی قرار دے کر قبائلی عوام پر مزید ظلم و ستم کا جواز پیدا کیا جائے۔ اب جنوری ۲۰۰۷ء میں وزیرستان کی ایک چیک پوسٹ پر نیٹو فورسز نے حملہ کر کے ایک پاکستانی فوجی شہید کر دیا۔ پاکستانی محکمہ خارجہ نے امریکہ و برطانیہ کے سفارت کاروں کو دفتر خارجہ میں طلب کر کے اس پر احتجاج بھی کیا ہے لیکن لاحاصل۔ نیٹو کے فوجی کمانڈر نے یہ کہہ کر سارا احتجاج تحلیل کر دیا کہ حملہ غلط فہمی کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ تحقیقات جاری ہیں۔ ساتھ ہی وزیرستان میں پاک فوج کے ایک دستے پر خودکش حملہ کی خبر شائع ہوئی جس کے نتیجے میں ۴ جوان شہید ہو گئے۔

۲۶ رجنوری ۲۰۰۷ء کو اسلام آباد کے میریٹ ہوٹل میں بھارتی یوم جمہوریہ کی تقریب سے چند گھنٹے قبل ایک خودکش حملے کے نتیجے میں حملہ آور اور سیکورٹی گارڈ ہلاک ہو گئے۔ یہ ایک جیسی کارروائیاں ایک ہی منصوبے کی کڑیاں ہیں جو ''عمل'' اور ''ردِ عمل'' کے عنوان سے کی جا رہی ہیں۔ قرائن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ عالمی استعمار نئے سال میں نئی منصوبہ بندی کے ساتھ کروسیڈ وار کو جاری رکھے گا۔

۲۰۰۷ء کو پاکستان میں بہ ظاہر الیکشن کا سال قرار دیا جا رہا ہے لیکن ہوگا وہی جو منظورِ امریکہ ہوگا۔ ایک طرف تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امریکہ جمہوریت کا علمبردار بنتا ہے تو دوسری طرف اپنے مفادات کے لیے باوردی حکمرانوں کو بھی قبول کرتا ہے۔ رچرڈ باؤچر نے اپنے تازہ بیان میں یہ بھی کہا ہے کہ ''مسٹر پرویز مشرف نے وردی سے دستبرداری کا وعدہ کیا ہے لیکن ہمیں انتخابات تک انتظار کرنا ہوگا۔'' ادھر ہمارے وزیر اطلاعات نے یہ در فنطنی چھوڑی ہے کہ ''ایک سال میں دو حج ہو سکتے ہیں تو ایک اسمبلی سے دو بار صدر کیوں منتخب نہیں ہوسکتا؟'' ہمارے پنجاب کے چودھری صاحبان کا فرمان ہے کہ ''باوردی صدر ملک کی اشد ضرورت ہے (حالانکہ یہ اُن کی ذاتی ضرورت ہے) اور ہم دس مرتبہ بھی پرویز مشرف کو صدر منتخب کرنے سے دریغ نہیں کریں گے۔'' ادھر حزب اختلاف کی تمام جماعتیں موجودہ حکومت کے خلاف کوئی مؤثر کردار ادا کرنے کے لیے تیار نہیں۔ پیپلز پارٹی کی چیئر پرسن نے یہ بیان دے کر بات ہی ختم کر دی ہے کہ اس ملک میں دو ہی جماعتیں ہیں۔ آئی ایس آئی اور پیپلز پارٹی۔ حزب اقتدار اور حزب اختلاف کے رہنما سیاست میں جس کلچر کو رواج دے رہے ہیں' اس کے نتائج بھی ملک و قوم کے حق میں بہتر نہیں نکلیں گے۔ یہ الگ مسئلہ ہے کہ امریکہ کو جنرل پرویز کی مزید کتنی ضرورت ہے؟ لیکن یہ بات طے ہے کہ ہمیں پاکستان کی ضرورت ہے۔

جنرل پرویز کا حالیہ دورۂ عرب ممالک' مسئلہ فلسطین کے حل اور اسرائیل کو تسلیم کرنے کے حوالے سے اُن کے پرجوش بیانات، مشرق وسطیٰ کے لیے نئی امریکی پالیسی کا حصہ ہیں۔ ورنہ یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ ہم مسئلہ کشمیر تو حل نہ کرا سکے اور مسئلہ فلسطین حل کرانے کے لیے ''بیگانی شادی میں عبداللہ دیوانہ'' کے مصداق ملکوں ملکوں پھر رہے ہیں۔ سعودی اور امارات حکومتوں کی طرف سے قومی اعزازات کی بارش سے تو یہ مسائل حل نہیں ہوں گے۔ آل پارٹیز کانفرنس کے رہنما میر واعظ عمر فاروق کا حالیہ دورۂ پاکستان کس مشن کا حصہ ہے؟ انہوں نے کشمیر پر جنرل پرویز کے مؤقف کی حمایت کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ کشمیر کی ۱۴ر اگست ۱۹۴۷ء والی پوزیشن کو بحال کیا جائے۔ ائر مارشل (ر) اصغر خان نے خوب تبصرہ کیا ہے کہ جس بھارت نے قائداعظم کی رہائش گاہ پاکستان کو نہیں دی وہ کشمیر کیسے دے گا؟ بھارتی وزیراعظم من موہن سنگھ تو امرتسر میں ناشتہ، لاہور میں لنچ اور کابل میں ڈنر کی باتیں کر رہے ہیں۔

افسوس یہ ہے کہ ''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ لگانے والوں نے عملی طور پر ''سب سے آخر پاکستان'' کا مظاہرہ کیا ہے۔ پاکستان ہماری ضرورت ہے۔ پاکستان کی بقا و سلامتی میں ہماری سلامتی مضمر ہے۔ اے کاش! حکمران سمجھیں اور سیاست دان غور کریں۔ قومی قیادت و سیادت کے منصب پر فائز حکمران اور سیاست دان اپنی ذمہ داری کی مسوس فرمائیں وہ جس حساس منصب پر براجمان ہیں' اُس کے تقاضے بھی پورے کریں۔ ورنہ تاریخ اُنہیں معاف نہیں کرے گی۔

☆☆☆

© rasailojaraid.com